مولانا شوکت علی حقانی
فاضل ومدرس جامعہ دارالعلوم حقانیہ

دیوبند ثانی (حقانیہ) کا روح رواں

چند ایسی نوشین ہستیاں بھی آدم تا ایں دم اس دار فنا کو اپنی مقدر کے ساتھ آتی چلی گئیں۔ جنکی فراق ابدی پر سوگواران کے علاوہ عالم ارض وسماء زار وقطار روتے رہے اور جنکی آرزومند وعشاق صدیوں تک انکو پا نہ سکے۔ جنہوں نے دار فنا میں فتح یابی پا کر دار بقاء کو رحلت کر کے حیات برزخی بھی نعمتوں اور فرحتوں والی پائی بلکہ ایک بیاباں کی راگ بھی ان کی جسد خاکی کو چھو کر خوشبو بکھیرتی ہے۔

توچہ دانی میوہ راتاثیر شیریں کجا است
زانکہ درزیرزمین شیرین لباں خسپندہ اند

ایسے اوصاف والے لوگون میں عالم اسلام کی عظیم مفکر، حق وراستی کا علم بردار، مجاہد کبیر استادی ومربی شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب جعل اللہ الجنۃ مثواہ جنہوں نے گزشتہ ماں اکتوبر کے ۳۰ تاریخ ۲۰۱۵ء بمطابق ۱۷محرم الحرام ۱۴۳۷ھ بروز جمعۃ المبارک بسبب طویل علالت داعی اجل کو لبیک کہا۔

میں اس قابل نہیں کہ حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ کی شخصیت ومنقبت تحریر میں لانا تو بس کی بات نہیں۔ یہ فقط شیخ صاحب سے شوق عقیدت ومحبت میں خریداران یوسف علیہ السلام کی طرح اس بوڑھی عورت کی ایک نظیر ہے تاکہ سینکڑوں مضمون نگاروں کے ساتھ الحق نمبر کی صفحات کو اپنی لغزیدہ قلم پر آبدیدہ آنکھوں سے آنسو ٹپک ٹپک کر غزل غم سے پر کرنے میں تنافس کرلوں۔

نام رکھنے میں عجیب تطبیق

والدین نے شیخ صاحب کا نام ''شیر علی شاہ'' رکھا اور سید تو پہلے خاندانی تھے۔ ویسے بھی اسم کا مسمی پر اثر ہوتا ہے لیکن اس سے درکنار آپکے نام رکھنے میں من جانب اللہ عجیب اتفاق وتطبیق یہ تھی کہ وادی اکوڑہ خٹک ماضی کے جھرکوں میں شہروں کا مرکز رہا ہے۔ جہاں اس وادی میں دو شیروں ''سید احمد شہید اور شاہ اسماعیل شہید نے دشمنان اسلام کے خلاف تلوار سونپ کر پڑاوٗ ڈالا تھا۔ ان دونوں میں سے ایک کے نام میں پہلا سید اور دوسرے کے نام میں پہلا لفظ شاہ آتا ہے اور شیخ صاحب بھی سید اور شاہ تھے۔ تو نام میں شیروں کیساتھ مطابقت آئی۔

دوسرا یہ کہ حضرت شیخ صاحب ایسی ہستی (شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ) کے تربیت یافتہ تھے جنکی تشبیہ شیخ الحدیث حضرت علامہ موسیٰ خان روحانی بازی صاحب رحمہ اللہ نے آپکی وفات کے موقع پر بمقام منڈیٔ شیر کے دوسو ناموں سے تحریر فرمایا، جو فتح الصمد کے نام سے شائع ہو چکا ہے، تو گویا کہ شیروں کی سرزمین میں جنم لے کر شیرنی (حقانیہ) کی گود میں پل کر متصف بالاسد شخصیتوں کے سایہ میں تربیت پا کر یقیناً حضرت شیخ صاحب بھی ہر شعبہء دین ودنیا میں بالعموم اور شعبہء جہاد میں بالخصوص شیر تھے۔

اسدعلی: چوتھا یہ کہ نام میں دوسرا لفظ علی ہے اور علی اسد اللہ تھے تو حضرت شیخ صاحب اسد علی ثابت ہوئے۔

بادشاہ: نام میں آخری لفظ شاہ ہے تو حضرت شیخ صاحب بھی حقیقی معنوں میں بادشاہ تھے جنہوں نے ساری زندگی اپنی رعایا (امت مسلمہ) کی غم وفکر میں گزار کر کسی طاقت سے مرعوب نہیں ہوئے اور شیخ صاحب کی بادشاہت کا اقرار جنازے کے موقع پر لاکھوں مجمع کے سامنے ایک بڑے صحافی حامد میر نے کرتے ہوئے کہا کہ اصل حکمران یہ تھے جنہوں نے دلوں پر سلطنت کر کے ہر خاص وعام کو اپنی طرف کھینچے ......

تھے وہ کفر کیلئے بے نیام شمشیر　　　　نام کا شیر کردار کا شیر

یا تو نام رکھنے میں اللہ نے آپکے والد محترم کو القاء قلبی کیا تھا اور یا اللہ نے حضرت شیخ صاحب کو آپکے گھر میں ایک عجوبہ نازل فرمایا تھا۔

جامعہ اسلامیہ کے بانی شیخ الحدیث حضرت مولانا سید گل بادشاہ صاحب رحمہ اللہ سے تحریر سنبٹ پڑھی۔ اکوڑہ خٹک کے ایک چھوٹی سی مسجد میں شیخ الکل فی الکل حضرت مولانا عبدالحق صاحب سے کافیہ پڑھی۔ قاضی حبیب اللہ صاحب سے صرف ونحو میں فیض حاصل کیا۔

نجی زندگی

شیخ صاحب رحمہ اللہ بھی اپنے والد صاحب کی مانند ایک سادہ لوح اور نفیس الطبع انسان تھے بچپن سے لڑکپن تک شیخ صاحب رحمہ اللہ ہر کام میں چابک دست تھے خواہ وہ سماجی امور میں تگ ودو تھی یا عائلی زندگی سے متعلق کوئی کام تھا۔ بہادری ومشقت کے ساتھ بلاشرم انجام دیتے تھے۔ حتیٰ کہ کھیتی باڑی میں گندم کٹائی، آب پاشی، وغیرہ خود اپنے ہاتھوں سے آستین چڑھا کر کر دیتے۔ شیخ صاحب رحمہ اللہ کی جفاکشی اور بلند ہمتی کے بارے میں آپ کے ایک رفیق محترم عزیز الرحمٰن حیدری حقانی نے مجھے کراچی کے سفر کے موقع پر میرپور خاص میں ایک واقعہ سنایا کہ ہم دونوں اور حضرت مولانا انوار الحق مدظلہ دارالعلوم کی خدمت کیلئے علاقہء چھچھ اور اسکے اردگرد بستیوں میں جب دوڑ شوڑ لگاتے تھے تو تقریر کرنے کے لئے میں شیخ صاحب رحمہ اللہ کو کہہ دیتا اور رات کسی مسجد میں گزارتے تھے اسی طرح ایک رات ہم حضرو کے جامع مسجد میں لیٹے تو شیخ صاحب رحمہ اللہ نے ایک طرف مجھے اور دوسری طرف

مولانا انوار الحق صاحب کو لٹایا اور خود درمیان میں لیٹ گئے۔ پھر ہم دونوں کے اوپر وہ گھاس پوس ڈال کر سردی سے بچنے کا بندوبست کیا پھر خود اپنے آپ کو ڈھانپ کر سو گئے۔ یہ روداد خود شیخ صاحب نے مجھے بھی اپنے مسجد میں سنائی تھی۔ تو ظاہری بات ہے کہ پٹھان عرفاً ایسے شخص کو ''کام کے شیر'' سے پکارتے ہیں۔

تعلیم علوم حدیث

علوم حدیث کی تحصیل کے لئے شیخ صاحبؒ نے جامعہ اسلامیہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے بانی شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ، مفتی اعظم فقیہ العصر مفتی محمد فرید رحمہ اللہ، شیخ الحدیث امام المتکلمین صدرالمدرسین حضرت مولانا عبدالحلیم زروبوی، حضرت مولانا عبدالغفور سواتی اور جامعہ اشرفیہ لاہور میں حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہم اللہ تعالی کے سامنے زانوائے تلمذ ٹیک دیئے۔

تحصیل علوم تفسیر

تفسیر القرآن کے حصول کے لئے شیخ صاحب رحمہ اللہ علیہ کو اپنی مربی ومحسن نمونہ تقویٰ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ نے اپنے فرزند قائد ملت حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ العالی کی رفاقت میں شیخ الحدیث حضرت مولانا احمد علی لاہوری کے پاس بھیجوا دیئے یہ وہ زمانہ تھا جب آتش جواں تھا۔ جہاں انہوں نے دونوں کو اپنے کمرے کے اندر ایک کوٹھی میں رہائش دیگر خوب ناز وخیال سے نوازے۔ شیخ صاحب رحمہ اللہ گاہے گاہے اپنے استاد حضرت مولانا احمد لاہوری رحمہ اللہ کا تذکرہ کرکے اظہار محبت کرتے۔ آخری ایام مرض میں آپکی عیادت کے لئے جب میں اپنے محسن ومربی حضرت مولانا مفتی سیف اللہ حقانی کے ساتھ گئے تو مفتی صاحب وجہ بیماری پوچھنے پر آپ رحمہ اللہ نے فرمایا آپ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ ''ایک بڑھاپا سو بیماری''، پھر دورہ تفسیر کے بارے میں ماضی کی وہ گھڑیاں یاد دلاتے ہوئے فرمایا کہ حضرت لاہوری رحمہ اللہ کے دورانیہ درس کے بعد جب پٹھانوں کو تکرار کرتا تھا تو لاہوری رحمہ اللہ اپنے دروازے کی چوکاٹ پر کھڑے ہوکر فرمایا کرتے تھے کہ میں پٹھانوں کو تکرار کرتا تھا تو لاہوری رحمہ اللہ اپنے دروازے کی چوکاٹ پر کھڑے ہوکر فرمایا کرتے کہ میں پٹھانوں کا درس سنتا ہوں۔

تخصص فی التفسیر اور عشق مدینہ

شیخ صاحب رحمہ اللہ کا محبوب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ عقیدت ومحبت کی بناء پر شدت سے مدینہ منورہ جانے کا آرزومند تھے کئی بار جہد وجہد کرنے کے بعد آخر کار بفضل خدا اساتذہ کرام کی دعاوں اور اپنے جگری یار قائد ملت حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کی وساطت پر جامعہ مدینہ سعودی عرب میں آپکو داخلے کی

سعادت نصیب ہوئی۔تو شیخ صاحب رحمہ اللہ نے سردار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کوچوں میں دیر تک ٹھہرنے کی خاطر قصدا اپنے آپ کو فیلوں کی فہرست میں شمار کیا۔ یہ عشق کی وہ انتہاء تھی حالانکہ جامعہ مدینہ (سعودی عرب) سے علم تفسیر میں شیخ الحدیث رحمہ اللہ گولڈ میڈلسٹ تھے۔

کرو عشق صدق دل سے تو پاوگے سرفرازی
تو مجنون بن کے رہ جیت جا وگے عشق کی بازی

یہ تھے طالب علمی کے آخری ایام جو شیخ صاحب رحمہ اللہ کی علمی صلاحیتیں ، ذہانت وفطانت اللہ کا دیا ہوا عطیہ تھا۔اس لئے شیخ صاحب رحمہ اللہ کی حیات طیبہ کا اکثر حصہ علوم دینیہ میں بحیثیت معلم کی گزری۔فقہ، حدیث ،تفسیر ،علم ادب ،صرف ونحو ،علم بلاغت وغیرہ میں زمانہ حال کے ایک بحر اور بلند پایہ شخصیت تھے اللہ نے آپ کے واسطے ہزاروں فرزندان توحید کو علوم قرآنیہ وعلوم نبویہ سے مملوالصدور کرکے اطراف عالم میں دینی واسلامی روح پھونک دی۔

شیخ صاحب رحمہ اللہ ان علوم کے ذریعے فرق باطلہ قادیانیت ،منکرین حدیث ، اہل حدیث کی نشاندہی کرکے قولا ،فعلا ،وعملا اپنے اسلاف واکابر کی صحیح مسلک ، وعقیدہ ،نظریہ ،کو اپنا کر انکی اقدار کو بالا رکھا۔عصر حاضر ہی دینی ترویج کیلئے شیخ صاحب رحمہ اللہ کی ذات مبارکہ ایک مجسم تحریک تھی ۔اس وجہ سے شیخ صاحب رحمہ اللہ کی عام مجلس میں بھی خاص وعلوم کی جم غفیر درس کا منظر پیش کرتے ۔آپ رحمہ اللہ کی علمی ضیاء پاشیوں سے بچے ، نوجوان، بوڑھے مردوزن سب مستفید ہوتے رہے ۔ مدارس للبنات میں سینکڑوں طالبات شیخ کی عملی عطور سے معطر ہوتی رہیں۔

مختصرا شیخ صاحب رحمہ اللہ فقہ پڑھانے میں ایک فقیہ، حدیث پڑھانے میں ایک محدث عصر،تفسیر کا درس دینے میں ایک مفسر قرآن ،علم ادب میں قوی ملکی رکھنے کی حیثیت سے ایک ادیب تھے۔

دوران درس موقع مناسبت سے بعض ملفوظات ،محاورات ، لطائف کے ساتھ ساتھ کبھی کبھار فارسی وعربی کے سبق آموز اشعار سنا کر طلباء میں ذوق علم ادب پیدا فرماتے ۔اس بابت گزشتہ سال دارالعلوم حقانیہ میں درس ترمذی کے بعد شیخ صاحب رحمہ اللہ کے برخوردار سید امجد علی شاہ صاحب نے مختلف اشعاراوران کے اوزان وغیرہ بیان کیں ۔تو شیخ صاحب نے طلباء کو فرمایا۔ کہ ہم اکثر آپس میں حروف تہجی کے اعتبار سے بیت بازی کرتے ۔اور یہ کبھی گھنٹوں تک جاری رہتے تھے۔اورفرمایا کہ ایک دفعہ یہاں سے ضلع کرک تک چار گھنٹے ہم بہت بازی کرتے رہے۔مزید فرمایا کہ مدینہ سے (شیراز تک) گاڑی میں سفر کے دوران ڈرائیور سے لوڈ سپیکر لے کر بہت بازی کی تو وہ ڈرائیور بھی ہمارے ساتھ بھی بیت بازی میں شریک ہوئی۔

اماکن تدریس

مدینہ منورہ سے سند فراغت کے بعد شیخ صاحب نے مسند تدریس کا شرف دوبارہ حاصل کیا کچھ عرصہ دارالعلوم کراچی میں تقی عثمانی صاحب کے اصرار پر درس دینے لگے۔ پھر اپنے قدیم ہمسایہ مفتی زرولی خان صاحب کے پاس احسن العلوم گلشن اقبال کراچی میں بحیثیت معلم رہے۔ بعد ازاں اپنے رفیق پردیس کمانڈر مولانا جلال الدین حقانی صاحب نے آپ کو اپنے مدرسہ (منبع العلوم) میرانشاہ وزیرستان بلائے جہاں شیخ صاحب نے تدریس کے ساتھ جہادی سرگرمی میں برابر شریک رہے۔ آخر میں اپنے مادر علمی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے درس حدیث کا کے لئے بلایا۔ یہاں شیخ صاحب سالانہ تدریس کے ساتھ ساتھ رمضان المبارک میں دورہ تفسیر سے ہزاروں طلباء کرام کی علمی پیاس بجھاتے رہے۔ علاوہ ازیں تخصص فی الحدیث میں بھی شیخ صاحب یدطولی رکھتے تھے۔ تادم آخر شیخ صاحب یہاں پر مسند حدیث پر فائز تھے۔ ایک موقع پر محدود وقت کے لئے امداد العلوم پشاور صدر میں بھی علوم قرآنیہ کے خوشبو سے آس پاس کے علاقوں کے طلباء کو معطر کرتے رہے۔ ایک عرصہ صوبہ تخار افغانستان میں مجاہد کبیر امیر المومنین ملا محمد عمر کی فرمان اور اساتذہ اور رفقاء کے مشورے پر وہاں جا کر دارالحدیث میں بھی آپ کے مبارکہ پر قال اللہ کی صدائیں گونجتی رہیں۔

انداز وطریقہ تدریس

شیخ صاحب رحمہ اللہ کی تدریس کا انداز محدثانہ تھی۔ درس میں ایک قسم کی روانگی، میانہ روی اور توازن کے ساتھ ساتھ کمال وبرکت یہ تھی کہ سالہا سال بلا کسی تکلف اور معقول اعذار کی بناء پر کئی دن تعطیلات کے باوجود ایک ہفتہ قبل شیخ صاحب رحمہ اللہ اسباق پر اختتامی دعا فرماتے۔ یہ اپنی منہ بولی بات نہیں بلکہ ہر سال اکثر طلباء اس پر گویا تھے اور یہ شیخ صاحب رحمہ اللہ کی کرامت تھی۔

عملی میدان جہاد

میرے جیسے ضعیف العلم شیخ صاحب رحمہ اللہ کی شعبہ جہاد میں کارکردگی وکارناموں پر کیا رقمطرازی کرے لیکن جذبہ قلم ابھر کر جہاد کا تذکرہ شیخ صاحب رحمہ اللہ کیساتھ ساتھ لازم وملزوم سمجھتا ہوں کیونکہ قتال مع الکفار شیخ صاحب رحمہ اللہ کے خون وخمیر میں رچ بس تھی۔ شیخ صاحب رحمہ اللہ کی ذات مبارکہ اشد علی الکفار کی مصداق تھی بلکہ رگ رگ سے ہر لمحہ، ہر وقت۔ ہر تقریب۔ ہر درس، ہر سفر، اور ہر حضر میں جہاد کی صدائیں گونج کر باطل قوتوں کی صفوں میں تہلکہ مچادی تھی۔ یقیناً شیخ صاحب رحمہ اللہ زمانۂ حال کے امام المجاہدین تھے جنکے ہاتھ مبارک ہر ہزاروں جوان حصول سند حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سمیت بیعت علی الجہاد کر کے کفر کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔

افغان ، روس جنگ اورافغان امریکہ جنگ میں امیر المومنین مجاہد کبیر ملا محمد عمر رحمہ اللہ ، اسامہ بن لادن اوردیگر رفقاء مولانا جلال الدین حقانی صاحب ، مولانا یونس خالص صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ ارتباط واعتماد میں شیخ صاحب رحمہ اللہ کی کاوشیں کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ، زبان مبارکہ پر تقریری کی شکل میں قلم پر تحریر کی صورت میں ، اورتلوار وبندوق پر عمل کی شکل میں ، ''جہاد افغانستان'' (امارت اسلامی افغانستان) شیخ صاحب رحمہ اللہ کی مرہون منت ہے ۔ شیخ صاحب رحمہ اللہ بنفس نفیس خود کئی معرکوں میں مسلح شریک ہوتے رہے اور ہر قسم کی اسلحہ چلانے کی مہارت بھی رکھتے تھے ۔جس کا اقرار شیخ صاحب رحمہ اللہ نے گزشتہ سال جامعہ دارالعلوم حقانیہ وزارت جو سعودی کے آئے ہوئے مہمانوں کے سامنے عربی خطاب کے دوران ہتھیلیوں کو مٹھی کر کے ہلا ہلا کر ان الفاظ میں کہا انا ضعیف لکن متدرب فی انطلاق الاسلحۃ الخ حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ آپکی پرولولہ خطاب پر مسکرائے ۔علاوہ ازیں مجاہدین کو پیغام رسانی اوران کا اس کے پاس آنا اورمشورے لینا،ان کیساتھ مالی معاونت ،ان کی حوصلہ افزائی ودلجوئی کرنااور جہاد ومجاہدین اسلام کی تائید میں تاکید کے ساتھ بلاخوف وخطر حق گوئی پر لب کشائی سے کبھی بھی دریغ نہیں کیا ، جہادی تصانیف پر نہایت موثر و معنی خیز تقریظ لکھ کر مصنف کو دلدادہ کرتے ۔مجاہدین کی سرخروئی میں شہداء اسلام کے لئے لیل ونہار دعا کرتے اور بالخصوص افغانستان میں امارت اسلامی کے دوبارہ منظم ہونے کے انتہائی آرزومند تھے ۔ زندگی کی آخری ایام میں بھی شیخ صاحب رحمہ اللہ نے حضرت خالد بن ولید کی وہ ارمان تازہ کی ۔ جب میں اپنے استاذ محترم مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ العالی کے ساتھ آپ کی عیادت کے لئے گئے تو مجلس کے درمیان میں شیخ صاحب رحمہ اللہ نے بہت سوز کے ساتھ منہ مبارک پر یہ کلمات کہے کہ میں نے تو تلوار کی موت کو پسند کی تھی لیکن اللہ کو منظور نہ تھا۔

یقین محکم عمل پیہم محبت فاتح عالم
جوان زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

تصانیف

چونکہ شیخ صیب کے حیات طیبہ درس وتدریس کیساتھ ساتھ اکثر خط وکتابت اوروعظ وخطابت میں ادھر ادھر مقامی وبیرونی اسفار میں گزری اس لئے تصنیفی خدمات کم مگر عمدہ تھی ۔تصانیف میں سے زبدۃ القرآن ،حسن بصری، زاد االمنتھی ، تفسیر سورۃ الکھف ، اسلام میں داڑھی کا مقام،اورحول حرکۃ طالبان شامل ہے۔

مزاج شریف

بظاہر شیخ صاحب رحمہ اللہ کی طبیعت سنجیدہ تھی خاص کر عالم کفر کیلئے شیر لیکن عالم اسلام کیلئے شیر

شیریں (میٹھا دودھ) تھے بالخصوص علماء وطلباء کرام کے ساتھ شیر وشکر تھے اور ہر ایک یہ محسوس کرتا کہ شیخ صاحب رحمہ اللہ کی میرے ساتھ دوستی ہے متانت، تواضع وانکساری، استحکام واستقلال، صبر وتحمل، شفقت ولطافت، خوشحال حانی ونیک سیرتی، جرات ومردانگی، فرض شناسی ووفاداری، استغناء وقناعت، اور حق گوئی وصداقت آپکی طبیعت میں نفوذ کر چکی تھی۔

کچھ یادیں

شیخ صاحب رحمہ اللہ کی ارمان بھری یادیں میرے مخدوش ذہن میں ایک دوسرے سے سبقت لیتے ہیں لیکن چند گزری ساعتوں کو زیب قرطاس کر کے اکتفاء کرتا ہوں۔

اپنے اساتذہ کرام سے محبت

۲۱ اپریل ۲۰۱۴ بروز پیر بوقت 09:30 بجے شیخ صاحب علاج کے لئے آر ایم آئی پشاور کو تشریف لے جارہے تھے تو میں بھی ساتھ بیٹھ کر اپنے لئے یہ سفر سعادت سمجھا۔ میں نے دھیمی آواز کیساتھ شیخ صاحب سے آپکے استاد محترم حضرت مولانا عبدالغفور سواتی صاحب رحمہ اللہ کے حالات، انکی ادا، سادگی انداز درس، علمی خدمات، کرامت وعادت، حتی کہ حسن خاتمہ تک بیان فرمایا۔

قرآنی زبان سے لگاو

شیخ صاحب رحمہ اللہ مدنی تھے اور مدنی زبان عربی بولنے میں فصیح تھے طلباء کرام کو دوران درس عربی شروع کی ترغیب دیتے تھے، اور کس کا آپ کے ساتھ عربی میں تکلم یا تحریر پر خوش ہوتے تھے۔

ہائے......گزشتہ سال عیدالاضحیٰ کے موقع پر جب میں نے پیر کے دن آپکو فون پر مبارک باد دینا چاہا تو شیخ صاحب فورا عربی میں تکلم کرنے لگے۔ میرے اوسان خطا ہوئے لیکن کچھ ٹوٹا پوٹا عربی بولنے لگا۔ پھر فرمایا کہ کم از کم آٹھ سال گزارو تا کہ اچھی طرح عربی سیکھ لو۔ اس درد دینے پر پھر اگلے دن میں عربی زبان میں تکلم کرنے پر میں سے سبقت کی تو شیخ صاحب رحمہ اللہ نہایت خوش ہوئے اور خوب گپ شپ لگایا۔

وہ مسیحا بھی تھے۔ یہ شیخ صاحب رحمہ اللہ کے ان الوداعی ایام اسباق کی آہوں بھری یادیں ہیں جب عید الاضحیٰ تعطیلات کی آخری دن بعد درس دارالحدیث سے نیچے تشریف لائے تو شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب (دیر باباجی مدظلہ العالی) نیچے سیڑھیوں میں مصافحہ کر کے فرمایا کہ میری آنکھوں کو دم کریں تو شیخ صاحب رحمہ اللہ نے دم کر کے فرمایا کہ اب مجھے دم کریں اور ساتھ ہی طلباء کرام نے دم خوردہ کیلئے ایک دوسرے سے سبقت لے رہے تھے پھر شیخ صاحب رحمہ اللہ نے ایک دفعہ خوش طبعی کر کے دیر باباجی مدظلہ کو فرمایا پہلے کبھی تین روپے دیتے

اب وہ بھی نہ کئے اس پر دیر باباجی نے مسکرا کر فرمایا کہ اب بھی لے لیں تو پچاس روپے کا نوٹ جیب سے نکال کر شیخ صاحب رحمہ اللہ کو دیا۔

وہ متبع السنۃ ہستی

شیخ صاحب رحمہ اللہ اپنے اسلاف کے مانند متبع السنّت تھے اور ایک عام مجلس میں بھی سامعین کو اتباع سنت کی ترغیب دیتے۔ اس بابت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم (نکاح سے متعلق گزشتہ سال ۱۶ مارچ ۲۰۱۴ء بروز بوقت ۱۲:۳۰ دوپہر صالح خانہ چراٹ کے باشندہ حاجی تاج محمد صاحب کا شیخ صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ ایک چھوٹی نشت ہوئی میں بھی ساتھ تھا اور اسی دوران کچھ عرب مہمان بھی شیخ صاحب رحمہ اللہ کی رہائش پر کھانے میں مصروف تھے شیخ صاحب رحمہ اللہ کے اصرار پر ہم بھی بیٹھ گئے تو خیر خیریت دریافت کرنے کے بعد شیخ صاحب رحمہ اللہ نے حاجی صاحب سے انکی فوت شدہ بیوی کے متعلق پوچھا تو حاجی صاحب آبدیدہ ہوئے اس پر شیخ صاحب رحمہ اللہ نے حوصلہ افزائی کر کے دوسری نکاح کی ترغیب دینے میں حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی نکاح دوم کا واقعہ سنایا جس سے حاجی صاحب کی آبدیدہ آنکھیں خشک ہوکر چہرے اور آنکھوں میں خوشی کی لہریں دوڑیں۔

وہ ہنسی خوشی محافل

یہ ماہ اگست ۲۰۱۴ بروز بدھ بوقت ۱۱:۳۰ دارالعلوم حقانیہ میں تعلیمی سال کے افتتاح کے دن وہ چند لمحوں کی شرین محفل تھی جب میں اور مولانا اسرار ابن مدنی بحکم استاد محترم مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ شیخ صاحب رحمہ اللہ کے پاس گئے جب حجرے کو واپس آپہنچے تو گاڑی اترنے سے قبل شیخ صاحب رحمہ اللہ کا نظر تلمیذ رشید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ حضرت مولانا مجاہد حسینی رحمہ اللہ پر لگ کر فرمایا:

هائے ! زۀ دَ خوزیدو نه یم او تۀ دَ پاسیدو نه ئے

پھر شیخ صاحب رحمہ اللہ کو مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ العالی نے فرمایا کہ اتنی دیر سے آئے تو جواباً شیخ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ تم تو جوان ہو تم تو جوان ہو اتنی دو دفعہ فرمایا تو استاد محترم حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ العالی مسکراتے ہوئے اپنی انگلی سے مولانا مجاہد حسینی صاحب رحمہ اللہ کو بازو پر مس کر کے فرمایا ہاں میں جوان ہوں دوسری شادی کس نے کی ہے۔ یہ تھی ہنسی مزاح کی محفل۔

کہیں تھی علمی گفتگو تو کہیں محفلیں رنگیں
بتا دوں سچ کہانی میں یہ کوئی خواب نہیں

آہ وہ ٹھنڈی لہروں والی رات ہجرا اپنی باری لے کر گزر گئی اور میری ذہن میں چکر کر وہ پرحزن یادوں کو دل

کے سامنے رکھ کر قلم کو لکھنے پر مجبور کردیا جب میں مادر علمی کی خدمت کیلئے ٹنڈوآلہ یار (سندھ) میں مولانا عبدالمالک رحمہ اللہ کی مسجد میں تھا تو وہاں سے شیخ صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ فون پر رابطہ کرکے حال احوال سنائے تو شیخ صاحب ہنس پڑے اور فرمایا کہ گھومو پھرو۔ یہ ایک علیحدہ علم ہے دنیا دیکھو گے ہم بھی اسطرح آس پاس علاقوں میں دارالعلوم کیلئے چلتے پھرتے تھے۔ان چند کلمات سے میرے حوصلے بلند ہوکر کمر وقدم اور دل ودم میں تازگی ہوئی۔

آخری سسکیاں

وہ ایک کشتیاں تھے جنہوں نے علم وعرفان کی کشتی میں ہزاروں راکبین علم کو ایک منزلِ مقصود تک اپنے ساتھ ساحل پر عبور کئے اور کئی محبان علم آپ رحمہ اللہ کے ساتھ عملی سفر کے ان آرمان کو دلوں میں لئے رہ گئے۔

کہاں ہے وہ صدیوں کا متاع؟ جنہوں نے شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کے کارخانہ علم میں ہرسال تشنگان علوم کو علمی پیاس بجھادیتے......؟

کہاں گم ہوئی وہ تلوار بے نیام جنہوں نے کفری صفوں میں ماتم برپا کی تھی......؟ کہاں بجھ گئی وہ شمع علم جنکی ضیاء پاشیوں سے شرق وغرب منور ہوئے......؟ کہاں ہے وہ غزل خواں بلبل جس سے گلستان حقانیہ میں صبح سویرے قال اللہ قال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نغموں سے سامعین لطف وسرور لیتے......؟

کدھر چلے گئے وہ شہسوار علم جنکے علمی رفتار سے ہرسمت میں اپنی ترویج ہوئی؟ کہاں ڈھونڈھوں وہ سادہ لوح وسفید رش بابا جنکی نفس خاموشی اور دیدار سے بھی اللہ یاد آتے؟ پھر سے کب آئے گا وہ مقتداء زمانہ جنکی اقتداء میں خاص وعام کی ایک جم غفیر تھی؟ کہاں پناہ ہوئے وہ متقی پیر جنکے ہاتھ پر بیعت علی الجہاد ہوتی؟ کہاں تلاش کروں وہ پشتباں جسکی منہ بولی باتوں اور مشوروں پر مجاہدین سہارا لے کر دشمنان دین کے خلاف سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جاتے؟ کیسے پاؤ وہ مسیحا جن کے دم درود کے ماسوا نفس صحبت سے بھی ایک مریض کو روحانی سکون ملتی؟ کیا ملیں گے وہ خوگر ودردمند جنہوں نے امت مسلمہ کی صحیح سوچ وفکر کیلئے توحید ورسالت کا حق ادا کرنے میں بے لوثا خدمت کی۔

کیا پھر سے جلے وہ چراغ محفل جن کے اردگرد رفقاء وشرکاءِ مجلس حضرت مولانا سمیع الحق صاحب، مولانا مغفور اللہ صاحب، مولانا عبدالحلیم صاحب شیخ الحدیث مولانا انوار الحق صاحب، حضرت مولانا مفتی سیف اللہ صاحب، اور دیگر علماء وتشنگان عشق جمع ہوکر ہنسی مزاح کرکے ذہنی تھکاوٹ دور فرماتے۔

مولانا شکیل احمد حقانی

دارالعلوم جامعہ حقانیہ کے باغ و بہار شخصیت

ہوا جن کو لگنے نہ دیتی تھی بلبل
وہی گل ہوائے خزاں کھا رہی ہے

اُستاذ العرب والعجم شیخ التفسیر والحدیث حضرت اقدس مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً ایک عبقری شخصیت کے مالک تھے، اُن کی وفات پر جتنا بھی افسوس اور غم کیا جائے کم ہے۔ دورانِ درس حضرت سے بار بار یہ پشتو شعر سنا تھا:

باد م د زړۀ خزان تالا کړو
بویه چه بیا سپرلے رازی سپړی گلونه

یعنی خزان نے میرے دل کے باغ کو ویران کر دیا، بہت مشکل ہے کہ دوبارہ موسم بہار آ کر اس میں پھول کھلیں۔

اسی طرح فرماتے تھے: سل دِ اومره، یو دِ مۀ مره یعنی سو مرے، ایک نہ مرے۔ یہ دونوں باتیں حضرت ڈاکٹر صاحب پر بہت اچھی طرح صادق آتی ہیں۔ اِس عظیم حادثہ پر علماء اور طلباء یتیم ہو گئے۔

امام احمد بن حنبل کا مشہور قول ہے کہ ہمارے جنازے ہماری مقبولیت کی دلیل ہے۔ حضرت ڈاکٹر صاحب کا جنازہ تاریخ پاکستان میں ایک بہت بڑا اور عظیم الشان جنازہ تھا، یہ عنداللہ اُن کی مقبولیت کی واضح دلیل معلوم ہوتی ہے ان شاء اللہ۔

دارالعلوم حقانیہ میں بطور شیخ الحدیث آمد

ڈاکٹر صاحب کا دارالعلوم حقانیہ میں بطورِ شیخ الحدیث تشریف لانا بہت عجیب اور تاریخ ساز داستان ہے، واقعہ یہ ہوا کہ جب سال ۱۹۹۶ء میں فقیہ العصر، عارف باللہ حضرت مولانا مفتی محمد فرید صاحب نور اللہ مرقدہٗ پر فالج کا حملہ ہوا اور آپ اس بیماری کی وجہ سے اپنے آبائی گاؤں زروبی چلے گئے تو اگلے تعلیمی سال (۱۹۹۷ء) میں جب دورۂ حدیث شریف کے لئے طلبائے حدیث دارالعلوم کی طرف آتے تھے تو سب کے چہروں پر افسردگی اور بے اطمینانی کے آثار نمایاں ہوتے تھے۔ (راقم الحروف کے دورۂ حدیث پڑھنے کا بھی وہی سال تھا)، روزانہ جب طلباء جمع ہو جاتے اور اُستاذِ محترم، مہتمم جامعہ حقانیہ شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہم العالی گھر سے تشریف